بھٹکل کے نوائط کی زبان

از جناب ڈاکٹر حامد اللہ ندوی، بمبئی

(۱)

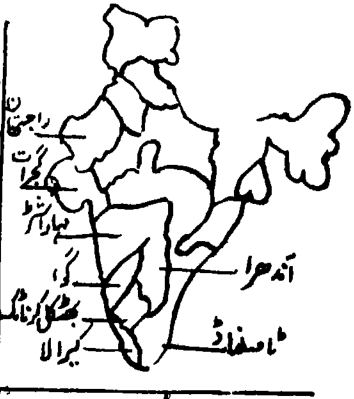

اگر ہم ہندوستان کے نقشے کو سامنے رکھ کر اس کے ساحلی علاقوں پر ایک سرسری نظر بھی ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اس کے مغربی ساحل پر چھوٹی بڑی بیسیوں ایسی بستیاں آباد ہیں کہ جن کے نام ہمارے لئے مانوس سے ہیں۔ ان مانوس ناموں میں ایک بھٹکل بھی ہے۔ آج کل بھٹکل کو کوئی خاص تاریخی یا جغرافیائی اہمیت حاصل نہیں ہے لیکن آج سے ہزار بارہ سو سال پہلے یہ جنوبی ہند اور خاص طور پر دکن کی ایک بڑی اہم بستی تھی۔ جہاں عرب تاجر بحری راستوں سے آتے۔ اور ہر قسم کا تجارتی سامان لاتے لیجاتے تھے۔

اسلام کے فروغ کے بعد یہاں مسلمانوں کی آبادی بھی بڑھنے لگی۔ یہ مسلمان یا وہ عرب تھے جو تجارت کی غرض سے یہاں آئے ہوئے تھے یا ان کی اولاد تھی یا پھر وہ لوگ تھے جو ان عربوں کے اثر سے مسلمان ہو چکے تھے۔ مقامی حکومت کی طرف سے انھیں مذہبی آزادی کے علاوہ ہر قسم کی سماجی و معاشرتی سہولتیں بھی حاصل تھیں۔

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرھویں صدی کے آخر تک دکن اور جنوبی ہند پر تین ہندو خاندانوں کی حکومت تھی۔ جادیو (yadaua) کاکتیا (Kakatiya) اور ہوئے سالا (Hoysala) جادیو حکمرانوں کا پائے تخت دیوگیری کاکتیا کا ورنگل اور ہوئے سالا کا دوارسمدر تھا۔ بھٹکل کی بندرگاہ آخرالذکر

حکومت کے قبضہ میں تھی اور اسی کے ذریعے عرب دنیا سے اس کی بحری تجارت ہوتی تھی۔

تیرھویں صدی تک شمال میں مسلمانوں کا سیاسی اثر و رسوخ کافی بڑھ چکا تھا۔ کابل سے لیکر بنگال تک اور سندھ سے لے کر گجرات و دکن تک ہندوستان کے سارے علاقے سلاطین دہلی کے زیر نگیں ہو چکے تھے، جنوبی ہند سے البتہ انھوں نے اب تک کوئی باقاعدہ تعرض نہ کیا تھا، لیکن علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں اس کا بھی سلسلہ شروع ہوگیا اور مدورا کے ایک ہندو راجا سندر پانڈیا کے بلاوے پر ۱۳۱۰ء میں ملک کافور کی قیادت میں مسلم فوجیں ادھر کو روانہ ہوگئیں، ہوے سالا خاندان کا آخری حکمراں راجا بلالا سوم سندر پانڈیا کا حریف تھا ملک کافور نے مدورا پہنچنے سے پہلے دوارسمدر پر دھاوا بول دیا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بلالا کو شکست ہوئی اور اس کو گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا گیا۔ دہلی میں اس کی کافی آؤ بھگت ہوئی اور ۱۳۱۳ء میں اس کو دوبارہ اپنے علاقے کا حکمراں بنا کر بھیج دیا گیا۔

ملک کافور کے حملے تک جنوبی ہند کے مسلمانوں کو کوئی سیاسی اہمیت حاصل نہ تھی۔ وہ وہاں محض تاجر یا عام رعایا کی حیثیت سے رہتے تھے اس لئے ہندو بھی ان سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے لیکن ملک کافور کے حملے کے بعد انھیں وہاں سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھا جانے لگا۔ چنانچہ مقامی ہندو حکومتوں نے انھیں اپنے لئے خطرہ سمجھنا شروع کر دیا اور اندر ہی اندر باقاعدہ ان کے قلع قمع کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور اس سلسلہ میں سب سے آگے راجا بلالا ہی تھا۔ اس نے نہایت خاموشی کے ساتھ مذہب کے نام پر ہندوؤں کو متحد کرنا شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں اس نے دوارسمد کو غیر محفوظ سمجھ کر تنگ بھدرا کے جنوبی کنارے پر وجیانگر کے نام سے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی اور اس کو اپنا پائے تخت بنایا۔ اس نئے پائے تخت کی تعمیر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان حملہ آوروں کو سرحد ہی پر روک دیا جائے اندر تک آنے کا موقع

نہ دیا جائے۔

لیکن ہندوؤں کے اتحاد سے فائدہ اٹھانا اور اپنے خواب کی تعبیر دیکھنا راجا بلالا کی قسمت میں نہ تھا، وہ مدورا پر چڑھائی کرتے ہوئے ایک جنگ میں مارا گیا اور اس کے ایک سردار ہری ہر نے ہوئے سالا حکومت کے تباہ شدہ کھنڈروں پر ۱۳۳۶ء میں سلطنت وجیا نگر کے نام سے ایک نئی حکومت کی بنیاد رکھ دی اور وہ سارے علاقے اس کے زیر نگیں ہو گئے جو کبھی ہوے سالا حکومت کا حصہ تھے، انہی میں سے ایک بھٹکل بھی تھا اور وجیا نگر کی ترقی وعظمت کے ساتھ ساتھ بھٹکل بھی اپنی ترقی وعروج کے انتہائی کناروں کو چھونے لگا۔ [۱۵]

جنوب میں وجیا نگر سلطنت کی بنیاد کے کچھ سال بعد ۱۳۴۷ء میں حسن گنگوہی نے سلطنت بہمنی کے نام سے ایک مسلم حکومت کی بھی بنیاد رکھدی، گلبرگہ اس کا پائے تخت تھا۔ وجیا نگر کی ہندو ریاست کی طرح یہ دکھنی مسلم ریاست بڑی تیزی سے بڑھتی، پھیلتی اور ترقی پاتی رہی یہاں تک کہ محمود گاواں کے عہد وزارت میں یہ دونوں ریاستیں ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراستہ تھیں اور ان دونوں کی رقابت دن بدن بڑھنے لگی۔ اس طرح ان دو پڑوسی حکومتوں کی سیاسی رقابت نے بہت جلد مذہب کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اور دونوں ریاستوں کی مذہبی اقلیتیں جو اب تک امن و چین سے رہ رہی تھیں اور اپنے اپنے ملکوں کی وفادار تھیں، شک وشبہ کی نظر سے دیکھی جانے لگیں اور ان پر مظالم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

چنانچہ یہ بات عام طور پر تاریخوں میں ملتی ہے کہ ۱۴۶۹ء میں وجیا نگر کے آٹھویں حکمراں ویرا پکشا کو جب معلوم ہوا کہ بھٹکل کے مسلمان تاجروں نے اب کی جس قدر

---

۱۵ محمود بنگلوری: تاریخ جنوبی ہند ص ۱۱۲، ۱۱۳

گھوڑے درآمد کئے تھے وہ سب کے سب بہمنی سلطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ اور اس سال وجیانگر کے لئے کوئی گھوڑا باقی نہیں رہا تو دیو اسی قدر برافروختہ ہوا کہ اس نے بھٹکل کے تمام مسلمانوں کے قتل عام کا حکم دیدیا ایک روسی سیاح کے بیان کے مطابق دس ہزار عرب تاجر قتل کئے گئے اور جو بچے انھوں نے بھاگ کر گوا میں پناہ لی، جب گوا کا بھی محاصرہ کر کے ان مسلمانوں کا صفایا کرنا چاہا تو محمود گاواں نے فوج کشی کر کے مسلمانوں کو ان مظالم سے نجات دلائی۔ [1]

دیو رایکشا کا جانشین نرسمہا اول ایک لائق حکمراں تھا۔ اس نے مسلمانوں پر دیو رایکشا کے مظالم کی روایت کو ختم کر کے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور بھٹکل میں پھر سے مسلمانوں کی آبادی بڑھنے لگی۔ اس نے عرب سوداگروں سے گھوڑوں کی فرمائش کی۔ انھیں معقول معاوضہ دیا۔ تین گھوڑوں کے لئے ایک ہزار طلائی بگوڈا (ایک طلائی سکہ جس کی قیمت ۳ روپیہ ہوتی تھی) دیا جاتا تھا۔

وجیانگر کے انتہائے عروج کے وقت بھی اس کا انتظامی ڈھانچہ کچھ زیادہ سخت نہ تھا۔ اکثر چھوٹے چھوٹے نیم آزاد علاقے اپنے اپنے مقامی حکمرانوں کے ماتحت تھے اور یہ حکمراں وجیانگر کے باجگذار ہوتے تھے۔ ان نیم آزاد علاقوں میں سری رنگاپٹم نگاپور، گارسوپا اور بھٹکل وغیرہ تھے، چنانچہ ۱۴۹۸ء میں جب واسکوڈی گاما کی سرکردگی میں پرتگالیوں کا ایک قافلہ کالی کٹ کے قریب اترا تو انھوں نے ان علاقوں کے حاکموں کے ساتھ بادشاہوں کا سا رویہ روا رکھا اور ان کے ہاں اپنے سفیر بھی بھیجے اپنے دوسرے سفر بابت ۱۵۰۲ء میں انھوں نے بھٹکل کے حاکم پر تجارتی پابندیاں بھی عائد کرنا چاہیں۔ پھر اور تین سال بعد المیڈا نے بھٹکل اور ہونا ور کے حاکموں کو

---

[1] Hcbib&Nizami: Acomprehensive History of India Vol 5, P. 1.45

وجیانگر کے بجائے پرتگال کی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۵۴۳ء میں بہامراج کی کوششوں سے بھٹکل پر پھر ایک بار وجیانگر کی بالادستی قائم ہو گئی۔ لیکن جب ڈی سوزا گورنر بن کر آیا تو اس نے اس وقت کی بھٹکل کی رانی کے علاقے پر یہ کہہ کر حملہ کر دیا کہ اس نے شاہ پرتگال کو خراج ادا نہیں کیا ہے، ہزاروں بے گناہ شہری قتل ہوئے، سارا علاقہ آگ اور خون سے دھک اٹھا یہاں تک کہ رانی کو اس کے آگے گھٹنے ٹیکنا پڑا۔

سترھویں صدی عیسوی ہندوستان کے سیاسی خلفشار کے لئے مشہور رہے اس خلفشار نے ہندوستان کے سارے مضبوط قلعوں کو ریت کے تودوں کی طرح یکے بعد دیگرے منہدم کرنا شروع کر دیا۔ پرتگیزوں کے بعد اور بہت سے غیر ملکی ایجنٹ بھی یہاں اپنی بالادستی کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگے۔ لیکن آخری جیت انگریزوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ انگریز حاوی ہو گئے اور انھوں نے ہندوستانی تاریخ اور تہذیب کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ اور اور علاقوں کی طرح بھٹکل بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پردۂ گمنامی میں چلا گیا۔ اب اگر لوگوں کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ تو وہ محض ضلع شمالی کینرا ریاست کرناٹک کے ایک تعلقہ کی حیثیت سے اور بس۔

(۲) بھٹکل کا ماضی کس قدر شاندار تھا وہ ان غیر ملکی سیاحوں کے بیانات سے ظاہر ہے جو وقتاً فوقتاً ہندوستان آئے اور دکن وجنوبی ہند کا دورہ کیا۔ ان میں سے بعض کے بیانات یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ورتھما (varthema) ایک اطالوی سیاح تھا جو وجیانگر کے راجا نرسمہا (۱۵۰۸-۱۴۸۷) کے عہد حکومت میں دکن آیا تھا اس نے لکھا ہے:

"بھٹکل ایک بہت ہی خوبصورت اور عظیم الشان شہر (Noble city) ہے اور یہ دکن سے پانچ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اس کے چاروں

طرف فصیل ہے۔ اور سمندر سے ایک میل کی دوری پر ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے آباد ہے۔ سمندر سے اس شہر میں پہنچنے کا واحد راستہ بس یہی دریا ہے جو اس کی فصیل کے قریب سے ہو کر گذرتا ہے یہاں کا حکمراں ایک غیر اہل کتاب (Pagan) ہے اور راجا نرسمہا کا باجگذار ہے یہاں کی آبادی بت پرستوں پر مشتمل ہے۔ یہاں بہت سے عرب تاجر بھی ہیں جو حضرت محمد کے لائے ہوئے دین کے مطابق زندگی گذارتے ہیں۔ یہ ایک بڑا معروف تجارتی شہر ہے، یہاں عمدہ قسم کا چاول ہوتا ہے اور شکر بھی بہ افراط پائی جاتی ہے۔ یہاں گھوڑوں اور خچروں کی کمی ہے۔ البتہ گائے۔ بھینس اور بھیڑ بکریاں بہ افراط ہیں۔ یہاں انجیر اور جوز کے علاوہ ہندوستان بھر کے عمدہ پھل ملتے ہیں۔ [۱]

(۲) بار بوسا (Barbosa) بھی ایک اطالوی سیاح تھا جو ۱۵۱۲ء میں ہندوستان آیا تھا اس نے بھٹکل کی تجارتی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہاں جہازوں کی آمد و رفت بے پناہ ہے اور ہر قسم کا مال یہاں لایا اور لیجایا جاتا ہے۔ یہاں زیادہ تر مسلمان اور کچھ دوسرے مذاہب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہرمز (Ormuz) سے بہت سے جہاز یہاں مال لے کر آتے ہیں اور یہاں سے چاول، شکر اور لوہے کی بنی ہوئی اشیاء لے جاتے ہیں، ملا بار کے لوگ بھی یہاں کالی مرچ اور دیگر مالوں کی تجارت کرتے ہیں۔ یہاں عمدہ قسم کے ہڑ کا بڑا اچھا ذخیرہ ہے۔

---

[۱] Gazetteer of the Bombay Presidency Vol 15, Pt 2, PP.226-75

اس کی کافی حفاظت کی جاتی ہے اور عرب و ایران کے مسلمانوں کے ہاتھ
اس کو فروخت کیا جاتا ہے۔ ہرمز اور عدن سے جو جہاز یہاں آتے ہیں
وہ اپنے ساتھ بے شمار گھوڑے، موتی اور جواہرات لاتے ہیں۔ کچھ جہاز
مکہ کے مسلمانوں کے بھی یہاں آتے ہیں اور یہاں سے گرم مسالے وغیرہ لیجاتے ہیں[1]

(۴) ایک اور یوروپی سیاح پائس (Paes) جو ۱۵۲۰ء کے بعد
ہندوستان آیا تھا۔ اپنے عہد کے بھٹکل کی ترقیوں کا تذکرہ کرتے
ہوئے لکھتا ہے۔

"زامبو جا سے بھٹکل تک بے شمار جنگل ہیں۔ لیکن سڑک بہت سیدھی
اور ہموار ہے۔ اور دونوں کے بیچ کا فاصلہ چالیس فرسخ کے قریب
ہے۔ سڑک کے کنارے متعدد چھوٹی بڑی نہریں بہتی ہیں۔ یہ تجارتی
اعتبار سے بڑا اہم شہر ہے اور یہاں ہر سال جو مال آتا ہے وہ پانچ
ہزار بیل گاڑیوں کے بوجھ کے برابر ہے۔"[2]

ان کے بعد بھی وقتاً فوقتاً بہت سے سیاح یہاں آتے رہے اور انھوں نے
بھٹکل کا بڑی اہمیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، چنانچہ انہی سب بیانات
کی مدد سے "گزیٹیر آف دی بمبئی پریسیڈنسی" نے بھٹکل کے مسلمانوں
کے شاندار ماضی کی جو تصویر پیش کی ہے اس کی کچھ جھلکیاں یہ ہیں:۔

"بھٹکل یا سوسے گڑھی، ہنور سے پچیس میل دور جنوب میں ایک
ایسی وادی میں واقع ہے جو پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں

---

[1] Sherwani Joshi Hist. of Medieval Deccan Vol I, P.80

[2] Sewell: A Forgotten Empire P.230

اس کی آبادی ۵۶۱۰ تھی، جن میں ۲۵۴ ہندو، ۴۳۰۲ مسلمان اور ۴۱ عیسائی تھے، شمالی کنیرا کی کسی اور بستی میں مسلمانوں کی اتنی کثیر آبادی نہیں ہے جتنی یہاں ہے، ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو آٹھویں تا سولھویں صدی عرب و ایران سے یہاں آکر بس گئے تھے، یہ نہایت امن پسند اور خوشحال لوگ ہیں۔ زیادہ تر درآمد شدہ یا ہندوستانی کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کافی دولت مند بھی ہیں اور تجارت کی غرض سے جنوبی کنیرا، کورگ، اور اس اور بمبئی کا سفر کرتے رہتے ہیں

"یہ دریا کے دہانے سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے گہرے پانی میں ڈیڑھ دو ٹن کی کشتیاں آسانی سے آجا سکتی ہیں نقل و حمل کے وسائل کی کمی کی وجہ سے بڑی حد تک یہاں کی تجارتی سرگرمیاں سرد پڑ گئی ہیں۔ اور اب جو کچھ رہ گیا ہے۔ وہ نوائط کی ہمت اور مستعدی کی وجہ سے رہ گیا ہے۔ یہ شہر اب انحطاط پذیر ہے مگر اس کے باوجود کنیرا کی ساری ساحلی بستیوں میں صرف یہی ایک ایسی بستی رہ گئی ہے جہاں آج بھی اس کے شاندار ماضی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کنیرا کی کسی اور بستی میں اس قدر آراستہ باغ، خوبصورت مکان اور مضبوط و کشادہ بند نہیں پائے جاتے جتنے یہاں ہیں۔"

"فی الحال یہاں کا بڑا بازار ایک کشادہ اور خوبصورت شارع عام پر واقع ہے، چاول، سپاری، ناریل، کپڑا، یہاں کی اہم تجارتی اشیاء ہیں، یہ شہر درآمد برآمد کا مرکز بھی ہے۔ اور یہاں سے ہر سال لاکھوں روپے کا مال باہر جاتا ہے یہاں تھانہ، چنگی گھر، پوسٹ آفس اور ایک کنڑی اردو اسکول ہے۔"

"اس شہر میں متعدد شاندار مندروں کے علاوہ چار مسجدیں بھی ہیں۔ سب کی سب سادہ اور غیر منقش ہیں لیکن دو مسجدیں یعنی جامع مسجد اور سلطانی مسجد کافی بڑی اور عالیشان ہیں، جامع مسجد میں ٹائل لگے ہوئے ہیں اور یہ کافی قدیم

سمجھی جاتی ہے، حکومت کی طرف سے اس کو چار سو روپیہ راتب بھی ملتا ہے۔" ؎۵۷

"بھٹکل کے مسلمان نوائط یا نو وارد (New Comets) کہلاتے ہیں۔ ؎۵۸

بھٹکل کے علاوہ یہ زیادہ تر سمندر کے قریبی علاقوں میں آباد ہیں، یہ کوکنی بولتے ہیں لیکن ایسی کوکنی جو کنڑی آمیز ہے، یہ گورے، متوسط قامت اور دلیر ہوتے ہیں۔ مردوں کے خوبصورت ترشی ہوئی داڑھی بھی ہوتی ہے، خوشحال نوائط دو تا سہ منزلہ خوبصورت گھروں میں رہتے ہیں۔ ان گھروں کے آگے برآمدے بھی ہوتے ہیں۔ جہاں ملاقاتیوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ گھر کے اندر کا حصہ خاندان کے حساب سے متعدد کمروں پر مشتمل ہوتا ہے، چٹائیاں، لکڑی کے بنچ، سوفے اور صندوق، تانبے، پیتل کے برتن ان کا اثاثہ ہیں۔ بعض لوگ لکڑی کے پلنگ بھی استعمال کرتے ہیں۔

"چاول اور مچھلی کا شوربہ ان کی عام غذا ہے، وہ سرخ لنگی باندھتے، ریشم کے جیکٹ پہنتے ہیں اور سر پر ایک چھوٹی سی ٹوپی اوڑھتے ہیں۔ جس کے گرد رومال لپٹا ہوتا ہے وہ ہمیشہ کندھے پر یا بغل میں شال یا رومال لئے رہتے ہیں۔ اور ان کے پیروں میں دیسی ساخت کی چپل ہوتی ہے۔ نوائط عورتیں عام مسلمان عورتوں کی طرح لمبا سا جبہ اور چھوٹے آستین کا شلوکا پہنتی ہیں اور سنیاسیوں کی طرح کھڑاؤں کا استعمال کرتی ہیں۔"

"نوائط متحمل المزاج اور محنتی ہوتے ہیں۔ لیکن دیانت داری کے معاملے میں وہ کچھ زیادہ نیک نام نہیں ہیں۔ وہ شافعی مذہب کے پیرو ہوتے ہیں اور ان کا

؎۵۷ Gazetteer of the Bombay Presidency Vol 15, Pt 2, PP. 266-75

؎۵۸ نوائط کے تاریخی پس منظر پر کافی لکھا جا چکا ہے جن لوگوں کو اس موضوع سے دلچسپی ہے وہ تاریخ النوائط، تاریخ جنوبی ہند اور خانوادۂ بدرالدولہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

عورتیں بغیر برقع کے باہر نہیں نکلتیں۔ کنیرا کے عام مسلمانوں میں سماجی حیثیت سے مغلوں، دکھنیوں اور کوکنیوں کی طرح ان کا درجہ بھی کافی بلند ہے" [۸]

(۳) ماضی کی طرح بھٹکل کے مسلمانوں کا حال کچھ بہت زیادہ شاندار نہیں رہا ہے، لیکن جس قوم نے اپنا ایک شاندار زمانہ دیکھا ہے۔ وہ ہمیشہ خواب غفلت میں نہیں رہتی ایک نہ ایک دن پرانی یادیں اسے اپنی پرانی تاریخ دہرانے پر مجبور کردیتی ہیں، چنانچہ تحریک خلافت کے زمانے میں جب ہندوستانی مسلمانوں میں اپنی ثقافت کے احیاء کا جذبہ بیدار ہوا تو بھٹکل نے بھی کروٹ بدلی اور وہاں کے مسلمانوں نے از سر نو اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کردیا اور یکے بعد دیگرے ان کی دو تنظیمیں وجود میں آئیں، مجلس اصلاح و تنظیم بھٹکل اور انجمن حامی مسلمین بھٹکل، یہ دونوں تنظیمیں اس وقت سے اب تک برابر کام کررہی ہیں، اول الذکر تنظیم نے صدیق لائبریری کے نام سے ایک شاندار لائبریری کی بنیاد ڈالی جس میں علمی، تاریخی اور مذہبی موضوعات پر ہزاروں کتابیں ہیں۔ اور آج بھی سارے کرناٹک میں مسلمانوں کے پاس اتنا بڑا علمی ذخیرہ اور کہیں نہیں ہے [۹]۔ آخر الذکر جماعت نے مسلمانوں میں تعلیم کو عام کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ اس کے تحت پہلے مدرسہ پھر ہائی اسکول اور بعد ازاں کالج وجود میں آیا اور یہ سارے تعلیمی ادارے آج بھی بڑی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ چلائے جارہے ہیں۔ [۱۰]

بھٹکل کے باہر بھی میسور، کیرالا، تامل ناڈ، آندھرا اور مہاراشٹرا میں ان مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ چونکہ یہ لوگ تجارت پیشہ ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ کم اس لئے

۸ہ Corettecr of the Bombay Presidency Vol,15, Pt.1, PP.400-410

۹ہ محی الدین منیری: بھٹکل کی علمی سرگرمیاں، البلاغ بمبئی دینی تعلیم نمبر ۱۹۵۵ء، ص ۹۱-۳۸۲

۱۰ہ سید انور علی: شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات، نقیب حیات لکھنؤ، ۱۵، ص ۲

ان کا ذہن سیاسی مصلحت پسندیوں سے آزاد ہے۔ انھیں اپنی سماجی اور ثقافتی قدریں بہت عزیز ہیں۔ وہ نہ سیاسی ادھیڑ بن میں پڑتے ہیں اور نہ محدود مفاد کی خاطر عام مسلم برادری کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ گو کہ لسانی اعتبار سے گریرسن نے انھیں کوکنی مسلمانوں کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ لیکن گزٹیر میں ان کا ذکر عام کوکنی مسلمانوں سے الگ نوائط کے نام سے ملتا ہے۔ وہ خود بھی اپنے آپ کو نوائط کہتے ہیں۔ اور اپنی الگ پہچان (identity) کو ہر حالت میں باقی رکھنا چاہتے ہیں۔

گریرسن نے ان کی زبان کو بھی کوکنی زبان کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں بھی ان کا اپنا الگ رویہ ہے وہ اس کو نائطی زبان یا زبان نوائط کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عرب ملیالم، اور "عرب ٹامل" کی طرح نائطی زبان میں بھی کافی مذہبی ثقافتی ادب پایا جاتا ہے۔ ادھر کچھ سالوں سے اس زبان کا ادبی استعمال کم ہوگیا تھا لیکن اب پھر سے ان کا رجحان اس طرف زیادہ ہوگیا ہے اور نئی نسل نے اپنی زبان کو از سر نو عربی فارسی رسم خط میں عام کرنے کی کوشش شروع کردی ہے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ میسور، مدراس، کیرالا، حیدرآباد، بمبئی اور دوسرے ان علاقوں میں جہاں یہ لوگ بستے ہیں، از سر نو اس نائطی زبان میں ادب پیدا ہوتے لگا ہے۔ بمبئی کے دو اخبار "النوائط" اور "نقش نوائط"، اور حیدرآباد کی "نوائط ڈائرکٹری" اسی سلسلہ کی چند کڑیاں ہیں۔

(۱) النوائط: یہ ادارۂ تربیت اخوان بمبئی کا ترجمان ہے اور پندرہ روزہ ہے عبداللہ دامودی اس کے ایڈیٹر اور اس کے پرنٹر پبلیشر ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں اس کا اجرا ہوا تھا اور آج تک پابندی سے شائع ہو رہا ہے یہ اخبار چار صفحات پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں زیادہ تر ہند و بیرون ہند کے بھٹکلی مسلمانوں اور ان کی مختلف علاقائی جماعتوں کی سماجی و ثقافتی خبریں ہوتی ہیں۔ کبھی اخلاقی اور دینی موضوعات پر بھی عام فائدے کے چھوٹے چھوٹے مضمون اس میں ہوتے ہیں۔ یہ پورا اخبار نائطی زبان میں

ہوتا ہے اور اس کا رسم خط عربی فارسی ہے۔

(۲) نقش نوائط: یہ بھی پندرہ روزہ اخبار ہے یہ کسی ادارے یا تنظیم کا ترجمان نہیں بلکہ عبدالعلیم مولوی کی ذاتی ملکیت ہے۔ سید عبدالرحیم ارشاد اس کے مدیر ہیں یہ گذشتہ سال ۱۹۷۶ء سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اس میں بھٹکلی مسلمانوں کی سماجی و ثقافتی خبروں کے علاوہ عام مسلمانوں سے متعلق بھی اہم خبریں ہوتی ہیں۔ النوائط کی طرح اس کے بھی بعض صفحات دینی و اخلاقی معلومات کے لئے مخصوص ہیں۔ یہ آٹھ صفحات کا ہوتا ہے سات صفحے نائطی زبان میں اور ایک "نقش نوائط اردو کے آئینہ میں" کے نام سے اردو میں۔ رسم خط النوائط کی طرح عربی فارسی۔

(۳) نقش نوائط کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بمبئی میں نائطی زبان میں اخبار شائع کرنے کی یہ ریت کچھ نئی نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر بھی اس برادری کے بعض باثر لوگوں نے اس سلسلہ میں بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ اس کے پہلے شمارے کے اداریے میں لکھا ہے۔

تقریباً چھتیس سال پہلے یعنی ۱۹۴۰ء میں خواجہ بہاء الدین صاحب اکرمی نے "النوائط" کے نام سے ایک رسالہ نما ماہانہ اخبار بمبئی سے جاری کیا تھا۔ اس کی اس اشاعت میں اس کے پرنٹر پبلیشر جناب ایس۔ ایم: ہارون صاحب کی محنت اور جانفشانی بھی شریک تھی۔ اخبار مختصر ہونے کے باوجود دینیات، اقتصادیات، سیاست حالات حاضرہ اور مختلف جماعتی خبروں کا بہترین نچوڑ ہوتا تھا۔ اس کی چند کاپیاں آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نائطی زبان میں "النوائط" کے نام سے ایک ماہنامہ بھی ۱۹۴۰ء میں شائع ہوتا رہا ہے جو کسی وجہ سے جاری نہ رہ سکا، موجودہ "النوائط" اسی کی صدائے بازگشت ہے۔

(۴) نوائط ڈائرکٹری : یہ نوائط برادری سے متعلق ایک معلوماتی گائڈ ہے جو نوائط نوجوان، وجے واڑہ، آندھرا پردیش کی کوششوں سے وجود میں آئی ہے اس میں ہند و بیرون ہند کے نوائط بھائیوں کے پتے، فون نمبر، ٹیلی گرام ایڈریس بڑی صحت کے ساتھ درج ہیں، پتے وغیرہ تو انگریزی میں ہیں لیکن تمہید اور بعض پیغامات نائطی زبان میں ہیں۔ اور عربی فارسی رسم خط میں ہیں۔ اس کا اجرا یکم جولائی ۱۹۷۶ء کو ریاست کرناٹک کے وزیر محنت و اوقاف جناب ایس۔ ایم یحییٰ کے ہاتھوں عمل میں آیا ہے جو کہ خود بھی اسی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

نائطی زبان کو عربی فارسی رسم خط میں لکھنے کی یہ ریت سیکڑوں سال پرانی ہے نقش نوائط کے ایڈیٹر عبدالرحیم ارشاد کے قول کے مطابق اس زبان اور اس رسم خط میں لکھے ہوئے تقریباً دوسو سال پرانے بعض مخطوطات اور سو سال پرانی بعض مطبوعات آج بھی ان کے پاس محفوظ ہیں۔ اس تہذیبی روایت کو مسلسل زندہ رکھنے میں نائطی برادری کی باہمی مراسلاتی زبان کا بڑا ہاتھ ہے کئی نسلوں سے یہ لوگ اپنی ساری نجی خط و کتابت اسی زبان اور اسی رسم خط میں کرتے چلے آرہے ہیں۔ (باقی آئندہ)

جواہر الفقہ :۔ عظیم اسلامی انسائکلو پیڈیا
تالیف : حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ بانی دار العلوم کراچی
جس میں فقہ اسلامی اور سائنس جدید سے پیدا شدہ مسائل پر حضرت مفتی صاحبؒ کی تقریباً پچاس کتب و رسائل و مقالات جدید اضافہ کے ساتھ عصری موضوعات پر عظیم تحقیقات، اعضاء کی سرجری، خون کا استعمال، اسلام کے نظام تقسیم دولت پر ایک بین الاقوامی سیمینار، علم نبوی کی تحقیق، بیمہ زندگی، انتخابات اور شرعی ضابطہ حق، تصنیف اور ایجاد وغیرہ جدید مسائل شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں
ہدیہ جلد اول -/۲۲ جلد دوم -/۲۴
ملنے کا پتہ :۔ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶